AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 5, Issue 1, June 2021, PP: 01-20
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

Scan for download

قصصِ قرآنیہ میں اسالیبِ بیان

Stylistic Features of the Stories from the Qur'ān

Hajira Mariam*
[1]Doctoral Candidate, Visiting Faculty, Lahore College for Women, Lahore, Pakistan

ARTICLE INFO

Article History:
Received 01 Feb. 2021
Revised 16 March 2021
Accepted 30 May 2021
Online 30 June 2021

DOI:

***Keywords**:*
Qur'ān,
Stories,
Styles,
Miraculous
Narrative
Method.

ABSTRACT

Man naturally is attracted towards stories. The message communicated via stories lasts longer in memories than those without having any story form. It effectively imparts the message. From prophets to the commons and from scholars to lay man, each has employed the story telling methodology for effective and result oriented communication. It shows that communicative method of story telling has remained quite successful. Story telling method has been acknowledge as a successful method in modern pedagogy for teaching and preaching. In all religions, the divine communication has also relied on narrative method. Stories always have a great impact in shaping the lives of people. Qur'ān, the ultimate guidance for the humanity also narrates stories of different prophets and nations to reform people's beliefs, values and attitudes. These narratives are articulated in various and unique styles which also highlights the miraculous nature of the Qur'ān. This article is an attempt to shed light on some of the distinctive styles of the Quranic stories. It also aims to focus that inimitable styles in narrating the stories are the I'jaaz of the Qur'ān and creation's incapability to present something comparable is the irrefutable evidence that Qur'ān is the discourse of Allah.

*Author's email: hj_mariam@hotmail.com

CC BY

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کے باعث ایک زندہ معجزہ ہے۔ اس کے اعجازی پہلو کی کئی جہات ہیں۔ وہ فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے۔ ہدایت و نصیحت کی جامع کتاب ہے۔ احکام و شریعت کا مرقع ہے۔ اس میں تاریخی واقعات اور قصص بھی مختلف اسالیب کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ ان اسالیب کی بوقلمونی، رنگارنگی اور تنوع کا یہ عالم ہے کہ عقل انسانی ورطۂ حیرت میں مستغرق ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم نے عرب کے فصحا کو چیلنج دیا کہ وہ اس کی طرح کسی مضمون کو کئی اسالیب میں تنوع کے ساتھ بیان کر کے دکھائیں لیکن وہ اس چیلنج کا جواب دینے سے عاجز و قاصر رہے۔ اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ اپنی کتاب 'الفوز الکبیر' میں تحریر کرتے ہیں کہ

"و من العلوم كذلک أن القرآن الكريم في موضوع التذكير بآلاء الله و أيامه، والجدل، يكسو المعاني المتقاربة في كل موضع لباسًا جديدًا حسب أسلوب السورة التي تعرض فيها في جمال و طرافة لاتستطيع أن تتطاول إليها أعناق البشر.تنوع الأساليب البيانية: و إذا تعسر على أحد إدراک ذلک، فعليه أن يتأمل في أساليب قصص الأنبياء و المرسلين في سورة الأعراف و سورة هود و سورة الشعرا، ثم ليرجع إلى هذه القصص في سورة الصافات ثم ليقرأ هذه القصص نفسها في سورة الذاريات يتجلى له الفرق كوضح النهار، كذلک ورد ذكر ما يتعلق بتعذيب العصاة الظالمين، و الإنعام على المطيعين الصالحين بلون جديد في كل موضع من مواضع ذكره في القرآن الكريم."[1]

ترجمہ: قرآنی علوم میں تذكير بآلاء الله و أيامه والجدل اللہ کی نعمتیں، تاریخی واقعات اور بحث و مناظرہ بھی شامل ہیں۔ یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے کہ اس نے ہر قسم کے مضامین کو ادا کرنے کے لیے رنگارنگ اسلوب اختیار کیے ہیں۔ وہ ایک ہی بات کو چاہے جتنی بار دہرائے، ہر بار اسے مختلف الفاظ کا جامہ پہنا کر نئے انداز میں بیان کر دیتا ہے۔ غرض ہر سورت کا اندازِ بیان ایسا منفرد اور معجزانہ ہے کہ کوئی شخص اس پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے سورۂ الاعراف، سورۂ ھود اور سورۂ الشعراء کے ان مقامات کو دیکھیں جہاں انبیائے کرام علیہم السلام کے حالات و واقعات کو دہرا کر بیان کیا گیا ہے۔ پھر ان کو سورۂ الصافات میں دیکھ لیں اور آخر میں سورہ الذاریات میں مشاہدہ کر لیں۔ صرف قصص و واقعات ہی میں نہیں، بلکہ قرآن میں جہاں کہیں نافرمانوں کے لیے عذاب اور فرماں برداروں کے لیے ثواب کا ذکر ملتا ہے، وہاں بھی ہر جگہ ایک نیا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ جتنی مرتبہ جس مضمون کی تکرار ہوئی ہے، اتنی مرتبہ اسے نئے انداز سے بیان کیا ہے۔

ذیل میں قصصِ قرآنیہ کے اسالیب کی وضاحت مع اَمثلہ درج کی جاتی ہیں۔

ا) اسلوبِ استفہام

دنیا کی تمام زبانوں کی طرح عربی زبان و ادب کے استعمالات اور اظہارِ بیان میں بھی استفہام کا انداز بھی پایا جاتا ہے، جس کے اصل معنی سوال کرنے اور بات پوچھنے کے ہیں۔ لیکن استفہام کبھی کوئی بات معلوم کرنے کے لیے بطور سوال ہوتا ہے، کبھی موصولہ کے معنی میں، کبھی تقریری یا انکاری کے لیے آتا ہے، کہیں یہ تنبیہ، تہویل اور ڈراوے کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ غرض موقع و محل سے اس استفہام کی مختلف اقسام کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ اسلوبِ استفہام کی وضاحت 'الاتقان فی علوم القرآن' میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

”وهو طلب الفهم، و هو بمعنى الاستخبار، و قيل: الاستخبار ما سبق اوّلاً، و لم يفهم حق الفهم، فاذا سألت عنه ثانيًا كان استفهامًا.“[2]

ترجمہ: استفہام میں فہم کی طلب ہوتی ہے اور خبر کا حصول ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں کسی کی کہی ہوئی بات کو بعد میں اُسے اچھی طرح سمجھنے کے لیے دوبارہ سوال کیا جاتا ہے اور یہی استفہام ہے۔

قرآن مجید میں قصص کے حوالے سے استفہام کی درج ذیل مثالیں موجود ہے۔

استفہام تعجب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں ہے کہ جب فرشتوں نے انہیں بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری دی تو ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ سارہ کے بارے میں ہے کہ انھوں نے تعجب کے ساتھ کہا تھا۔

اأَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْز و هذا بعلى شيخا[3]

ترجمہ: کیا میں بچہ جنوں گی حالاں کہ میں بڑھیا ہوں اور میرا خاوند بوڑھا ہے!۔

اس آیت میں ’أ‘ **کا** حرف، استفہام کے معنوں میں آیا ہے اور اس میں تعجب کا پہلو پایا جاتا ہے۔

استفہام تہدید و توبیخ:

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو شرک سے روکتے ہوئے اور توحید کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

أَلاتتقون[4] ترجمہ: کیا تم ڈرتے نہیں؟

اس میں (ءَ) کا حرف استفہام استعمال ہوا ہے۔ اِس کے علاوہ یہی حرف استفہام (ءَ) حضرت نوح علیہ السلام کے قصے (سورۃ المؤمنون، آیت ۲۳) اور حضرت ہود علیہ السلام کے واقعے (سورۃ الاعراف، آیت ۶۵) میں بھی آیا ہے۔ اِس حرف استفہام (ءَ) سے مقصود تہدید اور توبیخ ہے۔

استفہام تقریری:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کا آغاز حرف ’ھل‘ کے استفہام تقریری سے ہوا ہے جیسا کہ سورۃ طٰہٰ میں ہے۔

و هل أَتاک حديث موسى[5]

ترجمہ: اور کیا آپ کو موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ معلوم ہے۔

اس استفہام کی توضیح امام قرطبی نے اس طرح کی ہے۔

”و هل أَتاک حديث موسى، قال أهل المعاني: هو استفهام و إثبات و إيجاب معناه، اليس قد أتاک؟ و قيل: معناه و قد أتاک.“[6]

ترجمہ: وهل اتاک حديث موسى (اور کیا آپ تک موسیٰ علیہ السلام کی بات پہنچی)۔ اہل معانی کہتے ہیں کہ یہ استفہام اثبات اور ایجاب کے لیے ہے جس کے معنی ہیں: اَلَيْسَ قَد: اتاک (کیا یہ بات تجھ تک نہیں پہنچی؟) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں: وَ قَدْ اَتَاکَ (اور تیرے پاس یہ بات پہنچی ہے۔

۲)اسلوبِ ایجاز و اطناب

قرآنی قصص میں ایجاز و اطناب کا اسلوب بھی موجود ہے۔ ایجاز کی تعریف یہ ہے کہ کسی مضمون کو کم سے کم الفاظ میں اس طرح بیان کرنا کہ ابلاغ میں کوئی خلل یا کمی واقع نہ ہو۔'النکت فی اعجاز القرآن' میں ایجاز کی درج ذیل تعریف لکھی گئی ہے۔

"الایجاز تقليل الكلام من غير إخلال بالمعنى، و إذا كان المعنى يمكن أن يعبر عنه بألفاظ كثيرة و يمكن أن يعبر عنه بألفاظ قليلة، فالألفاظ القليلة إيجاز." 7

ترجمہ: کسی مضمون کو کم سے کم الفاظ میں اس طرح بیان کرنا کہ ابلاغ میں کوئی خلل یا کمی نہ رہے جب کہ اُس بات کو زیادہ الفاظ اور کم الفاظ میں بھی بیان کیا جا سکتا ہو، لیکن اگر اُسے کم الفاظ سے بیان کریں تو یہ ایجاز کا اسلوب ہے۔

قرآنی قصص کی تصریف میں ایجاز کے اسلوب کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

ایجازِ حذف بدلالتِ معنیٰ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے تو وہ یہ نہ جان سکے کہ یہ ملائکہ ہیں۔ وہ ان کے طعام کے لیے بھنا ہوا بچھڑا لے آئے، لیکن انھوں نے اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے استفسار کیا کہ وہ کھا کیوں نہیں رہے۔ اِس موقع کی منظر کشی سورۃ الذاریات میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

فقربه إليهم قال ألا تأكلونo [8]

ترجمہ: اسے مہمانوں کے آگے پیش کر دیا۔ ابراہیم نے پوچھا: آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں۔

یہ مضمون سورۃ ھود (آیت ۷۰) میں بھی آیا ہے جسے 'التفسير القرآني للقرآن' کے مصنف نے ایجاز کی مثال کے طور پر یوں بیان کیا ہے۔"فقربه إليهم قال ألا تأكُلُوْنَ هنا إيجاز حذف دل عليه المقام." [9](یہ آیت فقربه إليهم قال ألا تأكلون؟(تو اس نے اس کو مہمانوں کے آگے پیش کر دیا اور پوچھا کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں) یہ حذف کا ایجاز ہے جو اپنے مقام سے ظاہر ہے۔)

فحوائے کلام کا حذف:

بنی اسرائیل کو جب صحرائے سینا میں پانی کی ضرورت پڑی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنا عصا کسی چٹان پر ماریں۔ اس کے نتیجے میں بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ سورۃ الشعراء (آیت ۶۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فاوحينا الى موسىٰ ان اضرب بعصاك البحر فانفلق[10]

ترجمہ: پھر ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ اپنا عصا سمندر میں مارو، اس طرح سمندر کا پانی پھٹ گیا۔

ایجاز کے اسلوب کی اسی مثال کو تفسیر 'التحریر والتنویر' کے مصنف نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔"فِي الكلام إيجاز حذف مثل أن اضرب بعصاک الْبَحْر فانفلق (الشعراء:۶۳)، أي فضرب فانفلق."[11](اس کلام میں حذف کا ایجاز ہے جیسا کہ: اضرب بعصاک البحر فانفلق (الشعراء ۶۳) میں حذف ہے کہ فَضَرَبَ فانفلق (پھر اُس نے عصا مارا تو سمندر پھٹ گیا)۔

اطناب:

ایجاز کے علاوہ قرآنی قصص میں اطناب کا اسلوب بھی پایا جاتا ہے۔ اطناب کی تعریف یہ ہے۔

"والإيجاز هو أداء المقصود بأقل من عبارة المتعارف والإطناب أداؤه بأكثر. منها لكون المقام خليقا بالبسط الإيجاز التعبير عن المراد بلفظ غير زائد، والإطناب بلفظ أزيد."[12]

ترجمہ: ایجاز یہ ہے کہ کسی مقصود مضمون کو کم سے کم الفاظ اور عبارت میں بیان کیا جائے اور اطناب کسی مضمون کو اُس کے مناسبِ حال زیادہ الفاظ میں بیان کرنا ہے۔ اس طرح ایجاز میں زائد الفاظ نہیں ہوتے، جب کہ اطناب میں زیادہ الفاظ ہوتے ہیں۔

قرآنی قصوں میں اطناب کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ ذیل میں اس کے چند نظائر پیش کیے جاتے ہیں۔

اطنابِ تکریری:

سورۂ ھود میں جہاں ھود علیہ السلام کا اور اُن کی قوم کا قصہ آیا ہے، وہاں قوم پر عذاب آنے کی کیفیت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

و لما جاء أمرنا نجينا هودا والذين آمنوا معه برحمة منا و نجيناهم من عذاب غليظ o [13]

ترجمہ: اور جب ہمارا عذاب آیا تو ہم نے اپنی رحمت کے ذریعے ھود علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو بچا لیا جو اس کے ساتھ ایمان لائے اور ہم نے ان سب کو ایک نہایت سخت عذاب سے بچایا تھا۔

اس آیت میں اطناب کا اسلوب پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں لفظ 'نجينا' کی تکرار سے صورتِ حال کی شدت اور سخت ہولناکی کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

اطنابِ استیعاب:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعے میں بھی اسلوبِ اطناب کی مثال پائی جاتی ہے۔ جب فرعون نے طنزیہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو تلاش کرنے کے لیے اپنے وزیر ہامان کو بلند محل بنانے کا حکم دیا تو فرعون کے اس رویے کو سورۃ القصص (آیت ۳۸) میں اطناب کے اسلوب میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ فأوقدلي يا هامان على الطين (اے ہامان! تم میرے لیے پختہ اینٹیں تیار کرو)۔ اطناب کے اسی اسلوب کو 'كتاب إعراب القرآن و بيانه' میں فصاحت و بلاغت کے پہلو سے نمایاں کیا گیا ہے۔

"في قوله (فأوقد لي يا هامان على الطين) إطناب بديع و ذلک أنه لم يقل اطبغ لي الآجر و ذلک ليتفادى ذكر كلمة الآجر لأن تركيبها على سهولة لفظه ليس فصيحا و ذلک أمر يقرره الذوق وحده."[14]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد " فأوقد لي يا هامان على الطين" میں عمدہ اطناب پایا جاتا ہے۔ اس نے یوں نہیں کہا کہ اینٹیں پختہ کرنے والے سے کہو کہ وہ اینٹیں تیار کرے کیونکہ جملے کی ترکیب میں اس بات کا مفہوم شامل ہے۔ پھر یہ لفظ 'آجر' اس جگہ فصیح نہ تھا اور ذوق پر گراں گزرتا تھا۔

۳) اسلوبِ اجمال و تفصیل

قصصِ قرآنیہ میں اجمال و تفصیل کا اسلوب بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ ایک ہی مضمون یا قصہ حسبِ ضرورت و مصلحت کسی جگہ اجمال و اختصار کے ساتھ مذکور ہوتا ہے اور پھر اُسی کو دوسرے مقام پر تفصیل و تشریح کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ اجمال کی تعریف

خصائص التعبير القرآني و سماته البلاغيه' میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔"إجمال: هذا تصريف القرآن في القول بحسب المقام. و لكل مقام مقال، فترى كل لفظة وقعت موقعها بحسب السياق. و بحسب ما يناسب كل حالة من حالات المخاطبين."15

ترجمہ: یہ حسبِ مقام ایک بات میں قرآن نے تصریف اختیار کی ہے۔ ہر موقع پر بات مناسب ہوتی ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ قرآن میں ہر لفظ اپنے سیاق کے لحاظ سے صحیح موقع کی مناسبت رکھتا ہے اور اپنے مخاطبین کی حالت کے مطابق ہوتا ہے۔

لفظ 'تفصیل' کی تعریف مصنف نورالدین عتر نے یوں بیان کی ہے۔

"منها: أن الجنس إذا انطوت تحته أنواع و أصناف كان أحسن و أفخم من أن يكون بابا واحدا."16

ترجمہ: جب ایک شے کو اس کی ذیلی انواع و اصناف کے ساتھ بیان کیا جائے تو وہ اس بارے میں بہت احسن اور زوردار ہو جاتا ہے۔

ذیل میں اجمال و تفصیل کے اسلوب کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

قصہ آدم میں اسلوبِ اجمال و تفصیل:

سورۃ البقرۃ کی آیات (۳۴ تا ۳۹) میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ اجمال کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ اس پر سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ جنت میں سکونت اختیار کریں۔ پھر وہاں ابلیس نے ان دونوں کو بہکایا اور ممنوعہ درخت کا پھل کھانے پر آمادہ کر لیا۔ اس کے نتیجے میں حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو جنت کی نعمتوں سے محروم ہو کر دنیا کی پُر مشقت زندگی گزارنے کے لیے زمین پر بھیج دیا گیا۔ لیکن پھر اسی قصہ' آدم علیہ السلام کو تفصیل کے ساتھ سورۃ الاعراف (آیات ۱۱ تا ۲۵) کی آیات میں بیان کیا گیا ہے، جس سے یہ اجمالی قصہ تفصیلی قصے میں ڈھل جاتا ہے۔ اِس کے علاوہ سورۃ الحجر (آیات ۲۸ تا ۴۲) اور سورۃ طٰہٰ (آیات ۱۱۵ تا ۱۲۳) میں بھی یہ قصہ قدرے تفصیل سے مذکور ہوا ہے۔ بعض اوقات قصے کے بیان میں خود اسی مقام پر جہاں وہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے، وہاں پر بھی اجمال و تفصیل کا اسلوب موجود ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ طٰہٰ (آیت ۱۱۵) میں ہے۔

و لقد عهدنا إلى آدم من قبل فنسى و لم نجد له عزما

ترجمہ: اور اس سے پہلے ہم نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں عزم نہ پایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس عہد کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ فلاں درخت کا پھل نہ کھائیں، مگر اُن کو یہ پابندی شاق گزری اور وہ اسے برداشت نہ کر سکے۔ پھر اس کا پھل کھانے سے اُن کو جنت سے نکلنا پڑا۔ اسے عبرت کے طور پر پہلے بیان کیا گیا اور بعد ازاں تفصیل بیان کر دی گئی۔

واقعہ صالح علیہ السلام میں اجمال و تفصیل:

اجمال و تفصیل کے اسی اسلوب کی مثال وہاں بھی موجود ہے جہاں قرآن نے حضرت صالح علیہ السلام اور اُن کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے یہ بیان کیاہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے انھیں توحید کی دعوت دی اور اونٹنی کا معجزہ دکھایا۔ ان کو اپنی نافرمانی سے اور اونٹنی کو گزند پہنچانے سے منع فرمایا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خبردار کر دیا کہ نافرمانی کی صورت میں اُنھیں دردناک عذاب ہو گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

و إلى ثمود أخاهم صالحا قال يا قوم اعبدوا الله ما لكم من إله غيره قد جاءتكم بينة من ربكم هذه ناقة الله لكم آية فذروها تأكل في أرض الله ولا تمسوها بسوء فيأخذكم عذاب أليمo [17]

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے قومِ ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔ اس نے دعوت دی: 'اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھار کوئی معبود نہیں۔ دیکھو تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح نشانی آچکی۔ یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمھارے لیے فیصلہ کن نشانی ہے۔ اسے کھلا چھوڑ دو۔ یہ اللہ کی زمین میں کھاتی چرتی پھرے، اسے کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ ورنہ تمھیں دردناک عذاب پکڑے گا۔

پھر سورۃ الشعراء (آیات ۱۴۱ تا ۱۵۹) میں اسی قصے کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

سرگزشتِ ابراہیم علیہ السلام میں اجمال و تفصیل:

یہی اسلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں بھی پایا جاتا ہے۔ جب انھوں نے اپنے باپ اور اُس کی قوم کے شرک کی تردید فرمائی اور اسے گمراہی قرار دیا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

و إذ قال إبراهيم لأ بيه آزر أتتخذ أصناما آلهة إنى اراک و قومک فی ضلال مبينo [18]

ترجمہ: یاد کرو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا: کیا تم بتوں کو معبود مانتے ہو، میں تمھیں اور تمھاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔

اس آیت میں گمراہی کے لفظ **مبین** کو مبالغے کے انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ تم لوگ کس طرح اپنے ہاتھوں سے پتھر تراشتے اور پھر اُن کی پوجا کرتے ہو۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ سے مجمل کلام ہے، لیکن سورۃ الانعام کے اسی اجمال کو سورۂ مریم (آیات ۴۲-۴۸) میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

۴) اسلوبِ امر و نہی

قصص میں امر و نہی کا اسلوب بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ اصولِ شاشی میں امر کی لغوی تعریف یہ کی گئی ہے۔

"الأمر فی اللغة قول القائل لغيره إفعل." [19]

ترجمہ: لغت میں امر کے معنی ہیں کہ کسی شخص کی طرف سے دوسرے شخص کو کوئی کام کرنے کا کہتے ہیں کہ تو فلاں کام کر۔

اصولِ شاشی میں امر کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"تصريف الفعل على الغير."[20]

ترجمہ: کوئی کام دوسرے شخص کے لیے لازم کرنا۔

پھر نہی کی دو قسمیں ہیں ایک حسی افعال سے روکنا جیسے شراب نوشی، جھوٹ اور ظلم سے روکنا۔ دوسرے شرعی تصرفات سے روکنا جیسے عید کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔ گویا قرآن کی سرگزشتوں میں امر و نہی کا اسلوب بھی پایا جاتا ہے، جس میں یا تو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم پایا جاتا ہے۔ جیسے كُلُوْا (تم کھاؤ)، فعل امر اور لَاتُسْرِفُوْا (فضول خرچی نہ کرو) فعل نہی کہلاتا ہے۔ اس اسلوب کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

واقعہ آدم علیہ السلام میں امر و نہی:

حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کے قصے ہی میں امر و نہی کے اسلوب کی مثال اس موقع پر پائی جاتی ہے جب حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں رہنے اور وہاں کی نعمتوں سے متمتع ہونے کی اجازت دی تھی۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

وقلنا يا آدم اسكن أنت و زوجک الجنة و كلا منها رغدا حيث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين [21]

ترجمہ: پھر ہم نے آدم علیہ السلام سے کہا: 'تم اور تمھاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور اس میں سے جہاں سے چاہو خوب مزے سے کھاؤ پیو لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا، ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

اس آیت میں لفظ **اُسْكُنْ** (تورہ) فعلِ امر ہے جس کے معنی ہیں کہ رہائش اختیار کرو۔ پھر فرمایا: **ولا تقربا هذه الشجرة** جو کہ فعلِ نہی ہے۔ اس اسلوب کی وضاحت میں 'تفسیر القاسمی' کے مصنف محمد جمال الدین قاسمی لکھتے ہیں کہ

ولا تقربا هذه الشجرة أي هذه الحاضرة من الشجر، أي لا تأكلا منها، و إنما علق النهي بالقربان منها، مبالغة في تحريم الأكل."[22]

ترجمہ: ولا تقربا هذه الشجرة سے مراد ہے کہ اس موجود درخت کے قریب نہ جانا اور نہ اس کا پھل کھانا۔ اس جگہ نہی کے حکم کو قریب جانے سے تعبیر کیا تاکہ کھانے کی حرمت میں مبالغہ پیدا ہوا۔

سرگزشتِ صالح علیہ السلام میں امر و نہی:

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی اس اونٹنی کو چھوڑ دو۔ یہ زمین میں جہاں چاہے چرے پھرے اور اسے نقصان پہنچانے کے لیے ہرگز نہ چھیڑنا۔ سورۃ ھود (آیت ٦٤) میں ارشادِ خداوندی ہے کہ

و يا قوم هذه ناقة الله لكم أية وذروها تأكل في الأرض الله ولا تمسوها بسوء فيأخذكم عذاب قريب

ترجمہ: اور اے میری قوم کے لوگو! دیکھو، یہ اللہ کی اونٹنی تمھارے لیے ایک نشانی ہے۔ تم اسے چھوڑ دو تاکہ اللہ کی زمین میں کھائے پھرے اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ تمھیں جلد عذاب آ پکڑے گا۔

اسی اسلوب امر و نہی کو امام قرطبی نے یوں واضح کیا ہے کہ

"فذروها تأكل، أمر وجوابه، و حذفت النون من 'فذروها'، لأنه أمر... ولا تمسوها جزم بالنهي بسوء"[23]

ترجمہ: اس میں **فذروھا تاکل** (تم اسے چھوڑ دو، تاکہ یہ کھائے) یہ فعلِ امر ہے جو وجوب کے لیے آتا ہے۔ اس میں **فذروھا** کا نون حذف ہو گیا ہے کیونکہ وہ فعل امر ہے۔۔۔ پھر فرمایا: **ولا تمسوھا** (اور تم اسے نہ چھونا) یہ فعل نہی ہے۔

واقعہ شعیب علیہ السلام میں امر و نہی:

حضرت شعیب علیہ السلام نے تاکید و تنبیہ کے لیے مثبت اور منفی دونوں انداز میں اپنی قوم کو حکم دیا کہ ناپ تول پورا رکھو اور اس میں کمی نہ کرو۔ سورۃ ھود میں ارشادِ ربانی ہے کہ

و یاقوم أوفوا المكيال والميزان بالقسط ولا تبخسوا الناس أشياءهم [24]

ترجمہ: اور اے میری قوم کے لوگو! انصاف کے ساتھ ناپ تول پورا کیا کرو، لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو۔

ان آیات میں پہلے نہی کے انداز میں اور پھر امر کے اسلوب میں قوم کو حکم دیا گیا۔

۵) اسلوبِ تاکید

قرآن مجید نے عربی زبان کے جن اسالیب کو اختیار کیا ہے ان میں سے ایک اسلوب تاکید کا بھی ہے۔ جب کوئی متکلم اپنے کلام میں زور اور حصر پیدا کرنے کے لیے کچھ اضافی الفاظ استعمال کرتا ہے تو یہ اضافی الفاظ تاکید کا فائدہ دیتے ہیں اور اسے اسلوبِ تاکید کہا جاتا ہے۔ امام زرکشی نے 'البرھان فی علوم القرآن' میں تاکید کے اسلوب کی درج ذیل تعریف کی ہے۔

"الأسلوب الاوّل: التاكيد والقصد منه الحمل على ما لكم يقع ليصير واقعا لا يجوز تاكيد الماضي ولا الحاضر لئلا يلزم تحصيل الحاصل و إنما يؤكد المستقبل."[25]

ترجمہ: پہلا اسلوب: تاکید ہے۔ اس میں ایسی شے کے کرنے کا قصد و ارادہ کیا جاتا ہے جو ابھی واقع میں موجود نہیں ہوتی۔ اس لیے اس کا تعلق فعل ماضی اور حاضر سے نہیں ہوتا کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے لہٰذا اس کا تعلق فعل مستقبل سے تاکید کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

فعل مضارع کی نون ثقیلہ سے تاکید:

اسی قصہ آدم علیہ السلام کے اس حصے میں بھی تاکید کے اسلوب کی مثال موجود ہے، جہاں **فَإِمَّا** کے **مَا** کے بعد **يأتينّكم** کا نون ثقیلہ لانے سے تاکید کا مفہوم پیدا ہو گیا ہے۔ سورۃ البقرۃ (آیت ۳۸) میں فرمانِ الٰہی ہے۔ **فإما يأتينكم مني هدى فمن تبع هداى** (اگر میری طرف سے کوئی ہدایت تمھارے پاس آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے...) اسلوبِ تاکید کی یہی مثال ابوزھرۃ نے اپنی کتاب '**زھرۃ التفاسیر**' میں اس طرح بیان کی ہے۔

"و قوله تعالى: (فإما) فيه "ما" زائدة في الإعراب، و ليست زائدة في البيان، لأنها دالة على تأكيد الإتيان، و لذلک يكون بعدها تأكيد الفعل بنون التوكيد الثقيلة تأكيدًا وجوبيا عند أكثر علماء البيان."[26]

ترجمہ: **فَاِمَّا** (فَ+ اِنْ+مَا) میں **مَا** کا لفظ اگرچہ اعراب میں زائدہ ہے مگر بیان میں زائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ بعد کے فقرے کی تاکید کے لیے آیا ہے جس میں **یاتینّکم** کا فعل نون ثقیلہ کے ذریعے تاکید کو ظاہر کر رہا ہے۔

لفظ 'اثنین' کے ساتھ تاکید:

آدمِ ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے قصے میں بھی اسلوبِ تاکید کی ایک مثال وہاں بیان کی گئی ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ طوفان سے بچنے کے لیے اہلِ ایمان سمیت کشتی میں سوار ہو جائیں اور ہر قسم کے جانوروں کا نر مادہ کا ایک ایک جوڑا بھی ساتھ سوار کر لیں۔ سورۃ ھود (آیت ۴۰) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔قلنا احمل فيها من كل زوجين اثنين (ہم نے نوح سے کہا: ہر قسم کے جانوروں کا ایک جوڑا کشتی میں سوار کر لیں۔)**من کل زوجین** کے بعد 'اثنین' کا لفظ تاکید کے طور پر آیا ہے۔

ضمیر متصل کی ضمیر منفصل کے ذریعے تاکید:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصے میں جادوگروں سے مقابلے کا ذکر ہے۔ وہاں جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا۔

قالوا يا موسى اما ان تلقى و اما ان نكون نحن الملقينo [27]

ترجمہ: جب مقابلہ ہوا تو جادوگروں نے کہا: اے موسیٰ! تم پہلے ڈالو یا پھر ہم ڈالیں۔

'تفسیر البیضاوی' میں اس آیت کی تشریح میں ہے۔

"قالوا يا موسى اما ان تلقى و اما ان نكون نحن الملقين خيروا موسى مراعاة للأدب أو إظهارا للجلادة، ولكن كانت رغبتهم في أن يلقوا قبله: فنبهوا عليها بتغيير النظم إلى ما هو أبلغ و تعريف الخبر و توسيط الفصل أو تأكيد ضميرهم المتصل بالمنفصل فلذلک." [28]

ترجمہ: انھوں نے کہا: اے موسیٰ! تم پہلے ڈالو یا ہم ڈالیں۔ ان جادوگروں نے موسیٰ کو مؤدبانہ انداز میں یہ اختیار دیا کہ کیا پہلے آپ لاٹھی ڈالیں گے یا ہم اپنی لاٹھیاں ڈالیں حالانکہ وہ خود پہل کرنا چاہتے تھے، لیکن انھوں نے اپنی بات کو زیادہ بلیغ اور منصفانہ بنانے کے لیے اپنی خاطر تاکید کے لیے پورا ایک فقرہ بیان کر دیا، جس میں متصل ضمیر کو منفصل ضمیر کے ذریعے مؤکد کیا گیا ہے۔

گویا آیت میں '**نکون**' ضمیر متصل کے ساتھ 'نحن' کی ضمیر منفصل کا ذکر تاکید کی خاطر کیا گیا ہے۔

۶) اسلوبِ تقدیم و تاخیر

تقدیم و تاخیر بھی فصاحت و بلاغت کا ایک اسلوب ہے جو قرآن کے قصوں میں موجود ہے۔ تقدیم و تاخیر کے اسلوب کی تعریف 'فصول فی اُصول التفسیر' میں یہ بیان کی گئی ہے۔

"الأصل في الكلام تقديم ما حقه التقديم، و تأخير ما حقه التأخير، ولا يعدل عن هذا الأصل إلا بحجة يجب التسليم لها"[29]

ترجمہ: کلام میں تقدیم اصل ہے اور یہی اُس کا حق ہے۔ تاخیر وہ ہے جس کا حق مؤخر ہو۔ یہی اصل بات ہے جس سے انحراف کسی مسلمہ دلیل ہی کی بنا پر ہو سکتا ہے۔

قصہ صالح علیہ السلام میں تقدیم و تاخیر:

تقدیم و تاخیر کے اسلوب کی مثال حضرت صالح علیہ السلام کے قصے میں بھی پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو نبوت کی دلیل کے طور پر اونٹنی کا معجزہ عطا کیا، لیکن ان کی قوم نے اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ سورۃ الاعراف (آیت ۷۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔فعقروا الناقة و عتوا عن أمر ربهم (پھر انھوں نے اونٹنی کو مار ڈالا۔ اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔) اس میں فعقروا الناقة بعد میں آنا تھا، مگر اسے مقدم کر دیا گیا اور جو 'وعتو عن أمر ربهم' مقدم تھا اُسے مؤخر کر دیا گیا ہے۔ اس کی دلیل سورۂ الشمس (آیت ۱۴) میں موجود ہے جہاں تکذیب و نافرمانی مقدم اور اونٹنی کو ہلاک کیا جانا مؤخر مذکور ہوا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے-فكذبوه فعقروه (پھر انھوں نے اس کو جھٹلا دیا اور انھوں نے اس کو مار ڈالا۔)

معجزۂ ید بیضاء کے بیان میں تقدیم و تاخیر:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر منصبِ نبوت عطا فرمایا تو انھیں دو معجزوں عصا اور ید بیضا سے بھی نوازا۔ اس بارے میں قرآنی عبارت میں مذکور الفاظ میں بھی تقدیم و تاخیر کا اسلوب پایا جاتا ہے۔ سورۃ طٰہٰ (آیت ۲۲) میں ہے واضمم يدک إلى جناحک تخرج بيضاء من غير سوء (اور ذرا اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں رکھ لو اور پھر نکالو تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔) سورہ طٰہٰ کی آیت میں 'واضمم يدک الى جناحک' آیا ہے لیکن سورۃ القصص (آیت ۳۲) میں 'واضمم إليک جناحک من الرهب' (اپنا خوف دور کرنے کے لیے بازو کو اپنے ساتھ ملالو) کے الفاظ آئے ہیں۔ اس طرح پہلی آیت میں يدک کی تقدیم ہے جبکہ دوسری القصص کی آیت میں جناحک کی تقدیم ہے، حالانکہ اُس کی تاخیر ہونی چاہیے تھی۔

قصہ مریم علیہا السلام میں تقدیم و تاخیر:

تقدیم و تاخیر کے اسلوب کی ایک اور مثال سورۂ الانبیاء (آیت ۹۱) میں بھی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔و جعلناها و ابنها آية للعٰلمينo (اور اسے اور اس کے بیٹے کو دنیا والوں کے لیے ایک نشانی قرار دیا۔) اس جگہ حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر پہلے آیا ہے اور اُن کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بعد میں آیا ہے، لیکن سورۂ المؤمنون میں اس کے برعکس ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر پہلے اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر بعد میں آیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے

و جعلنا ابن مريم و امة آية[30]

ترجمہ: اور اس طرح ہم نے ابنِ مریم کو اور ان کی والدہ کو ایک بڑی نشانی بنایا۔

۷) اسلوبِ تعلیل

قصص قرآنیہ کے بیان میں جو اسالیب پائے جاتے ہیں، اُن میں ایک تعلیل کا اسلوب بھی موجود ہے۔ اس طرزِ کلام میں کسی بات یا واقعے کے سبب یا اُس کی علت کو بیان کیا جاتا ہے اور اس طرح اُس بات یا واقعے کے جواز (justification) کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ علامہ بدر الدین زرکشی نے اپنی کتاب 'البرھان فی علوم القرآن' میں تحریر کرتے ہیں کہ تعلیل یہ ہے۔

"بأن یذکر الشئ معلّلا، فإنه ابلغ من ذکره بلا علة." [31]

ترجمہ: کہ کسی شے کی علّت بیان کر دینا کیونکہ علت کا ذکر کرنا اُس کے ذکر نہ کرنے سے زیادہ بلیغ ہے۔

قرآن کے بیان کردہ واقعات میں مختلف کلمات یا کسی جملے کے ساتھ تعلیل کے اسلوب کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔ ان میں سے چند ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

ابلیس کے انکارِ سجدہ میں تعلیل:

قصہ آدم علیہ السلام میں بھی تعلیل کے اسلوب کی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ سورۂ صٓ میں ابلیس کا یہ بیان مذکور ہوا ہے

قال أنا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طینo [32]

ترجمہ: وہ بولا میں آدم سے بہتر ہوں، تونے مجھے آگ سے پیدا کیا، اِسے مٹی سے۔

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام پر فضیلت رکھتا ہے۔ اس کا یہ کہنا خلقتني من نار و خلقته من طین سجدہ نہ کرنے کی تعلیل ہے۔

قومِ لوط کے استہزاء میں تعلیل:

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے طنز و مذاق سے انہم اناس یتطہرون کہہ کر حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکالنے کی دھمکی دی تھی۔ قرآن نے ان کی بات کو سورۃ الاعراف (آیت ۸۲) میں یوں بیان کیا ہے۔وما کان جواب قومه الا ان قالوا اخرجوهم من قریتکم انهم اناس یتطہرونo [33] ترجمہ: اُس پر اُس کی قوم کا جواب یہ تھا اُن کو اپنی بستی سے نکال دو، وہ لوگ بڑے پاک بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد إنهم أناس یتطہرون تعلیل ہے اس امر کی جو وہ مذاق کے طور پر اُن سے کہتے اور اُن کو شہر بدر کرنا چاہتے تھے۔

فرعون کو دعوت دینے کی تعلیل:

جب اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصبِ نبوت پر فائز کیا تو اُن کو حکم دیا کہ فرعون کو دعوت و تبلیغ کرنے کے لیے جائیں کیونکہ وہ سرکش ہو چکا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔اذھب الی فرعون انه طغیo [34] ترجمہ: اے موسیٰ! فرعون کی طرف جائیں، وہ سرکش ہو گیا ہے۔ اس میں انه طغی (بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے) کا جملہ امر کے وجوب کی تعلیل ہے۔ مراد یہ ہے کہ فرعون تکبر، سرکشی اور خود سری میں حد سے بڑھ گیا ہے یہاں تک کہ اس نے یہ جسارت کی ہے کہ اپنے رب ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ لہٰذا اس کے پاس جاؤ اور دعوتِ حق دو۔

۸) اسلوبِ تغلیب

قرآنی قصص میں تغلیب کا اسلوب بھی ملتا ہے اور اسے بھی فصاحت و بلاغت میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ اس میں اختصار بھی ملحوظ ہوتا ہے اور مذکر کے صیغے کے لحاظ سے مؤنث کو بھی مذکر کے صیغوں میں لایا جاتا ہے۔ امام زرکشی نے تغلیب کی یہ تعریف لکھی ہے۔

"التغليب و حقيقته إعطاء الشيء حكم غيره، و قيل ترجيح أحد المغلوبين على الأخر أو إطلاق لفظة عليهما إجراء للمختلفين مجرى المتفقين." [35]

ترجمہ: تغلیب یہ ہے کہ کسی شے پر کسی اور شے کا حکم لگانا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے دو مغلوب چیزوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا۔ یا کسی لفظ کا اطلاق دو مختلف چیزوں پر اس طرح کرنا گویا وہ دونوں ایک جیسی ہیں۔

مشترکہ صیغے کی تغلیب:

قرآن نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام دونوں کا ذکر کرنے کے بعد ایک ہی مذکر کا مشترکہ صیغہ 'الظالمین' استعمال کیا ہے جو کہ تغلیب کی واضح مثال ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں ارشادِ خداوندی ہے کہ

و يا آدم اسكن انت و زوجک الجنة وكلا منها رغدا حيث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتكون من الظالمينo [36]

ترجمہ: پھر ہم نے آدم سے کہا: تم اور تمھاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور اس میں جہاں سے چاہو خوب مزے سے کھاؤ پیو لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

اس آیت میں پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور پھر اُن کی زوجہ حضرت حوا علیہا السلام کا ذکر ہے۔ ان دونوں کے لیے تثنیہ کا صیغہ لایا گیا اور آخر میں تثنیہ کو جمع مذکر لا کر اسلوبِ تغلیب کا استعمال کیا گیا ہے۔

غائب پر حاضر کی تغلیب:

تغلیب کا اسلوب قصص قرآنی میں مستعمل ہوا ہے جس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں کو معجزات کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا تو اس مقام پر صیغہ غائب کی صیغہ حاضر پر تغلیب لائی گئی ہے۔ قال كلا فاذهبا بآياتنا إنا معكم مستمعونo [37] ترجمہ: اللہ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمھارے ساتھ سنتے دیکھتے ہیں۔ اس میں فاذھبا یعنی تم اور تمہارا بھائی جائے۔ اس میں غائب پر حاضر کی تغلیب کا انداز ہے۔ کیونکہ اس وقت ہارون مصر میں تھے اور یہ خطاب کو وہ طور پر ہوا ہے۔

تغلیبِ تذکیر:

حضرت لوط علیہ السلام کے واقعے میں بھی تغلیب کی مثال موجود ہے۔ سورۃ الاعراف (آیت ۸۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ الا امرأته كانت من الغابرين (سوائے اس کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہو گی۔) امام زرکشی نے **'تغلیب المذکر'** میں اس مثال کی وضاحت یوں کی ہے۔

''و قوله: (إلا امرأته كانت من الغابرين) والأصل: (من القانتات والغابرات) فعدّت الأنثى من المذكر بحكم التغليب.''[38]

ترجمہ: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: إلا امرأته كانت من الغابرين (سوائے اس کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہو گی) جبکہ من الغابرات (پیچھے رہ جانے والیاں) آنا چاہیے تھا۔ لیکن تغلیب کی وجہ سے مؤنث کو مذکر کے حکم میں داخل کر لیا گیا۔

۹) اسلوبِ ترغیب وترہیب

قصص قرآنیہ میں جو اسالیبِ کلام ملتے ہیں، اُن میں ایک اسلوبِ ترغیب وترہیب بھی ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نیکی کے کاموں اور جنت کے انعام کی ترغیب دیتا اور اس کے ساتھ ہی اُنھیں برائی کے بُرے انجام اور جہنم کے عذاب سے خبر دار کرتا ہے۔ '**تفسیر فتح القدیر**' میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔

''و التصريف: المجئ بها على جهات مختلفة، تارة انذار، و تارة اعذار، و تارة ترغيب و تارة ترهيب.''[39]

ترجمہ: تصریفِ آیات سے مراد ہے کسی مضمون کو مختلف جہات سے لانا۔ کبھی انذار اور ڈرانے کے لیے، کبھی اتمام حجت کے لیے کبھی ترغیب کے لیے اور کبھی ترہیب کے لیے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوتِ دین میں ترغیب وترھیب:

ترغیب وترہیب کے اسلوب کی مثال حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کی قوم کے قصے میں بھی موجود ہے۔ جب اُنھوں نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کرنے اور اُسی سے ڈرنے کا حکم دیا۔ سورۃ المؤمنون میں ارشادِ خداوندی ہے کہ

و لقد ارسلنا نوحا الى قومه فقال يا قوم اعبدوا الله ما لكم من اله غيره افلا تتقون o [40]

ترجمہ: ہم نے نوح کو رسول بنا کر اس کی قوم کی طرف بھیجا، اس نے انھیں دعوت دی، اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔ کیا تم ڈرتے نہیں۔

أفلا تتقون اپنے اندر تحذیر وترہیب کا پہلو رکھتا ہے جس میں قوم کو اُن کے شرک پر اصرار سے ڈرایا گیا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے اُنھیں نرمی کے انداز میں ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

قصہ ابراہیم علیہ السلام میں ترغیب وترھیب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعے میں حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان مشرکینِ مکہ کو اس واقعے سے آگاہ فرمائیں جس میں رسولوں کا انکار کرنے والوں کا انجام عذاب ہے اور اُن پر ایمان لانے والوں کے لیے عذاب سے تحفظ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قال فما خطبكم أيها المرسلونO قالوا إنا أرسلنا إلى قوم مجرمينO إلا آل لوط إنا لمنجوهم أجمعينO إلا امرأته قدرنا إنها لمن الغابرينo [41]

ترجمہ: پھر ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا: "اے بھیجے ہوئے فرشتو! اب آپ کی کیا مہم ہے؟" وہ بولے: "ہمیں مجرم قوم کی طرف عذاب کے لیے بھیجا گیا ہے۔ البتہ ان میں لوط علیہ السلام کا خاندان بھی ہے جس کے تمام افراد کو ہم بچالیں گے سوائے لوط علیہ السلام کی بیوی کے، جس کے بارے میں ہم طے کر چکے ہیں، وہ پیچھے رہ جانے والے مجرم لوگوں میں شامل رہے گی۔

ان آیات میں رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کا انجام ہلاکت بتایا گیا ہے اور جس نے رسولوں کی تصدیق کی اُس کے لیے نجات کا ذکر ہے۔ گویا اس قصے میں لوگوں کے لیے زجر و نصیحت ہے جو ترغیب و ترہیب کے اسلوب میں ہے۔

بنی اسرائیل کے لیے ترغیب و ترھیب:

اسلوبِ ترغیب و ترہیب کی مثال بنی اسرائیل کی قوم کے واقعے میں بھی پائی جاتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور یہ کہ اُنھیں جہان والوں پر فضیلت دی گئی تھی۔ پھر اُنھیں قیامت کے یومِ حساب سے ڈرایا گیا ہے۔ اس طرح ایک ہی مقام پر اُنھیں ترغیب و ترہیب کے اسلوب میں سمجھایا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم و انی فضلتکم علی العالمینo واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منها شفاعة ولا یوخذ منها عدل ولا هم ینصرون o [42]

ترجمہ: اے بنی اسرائیل! میرے احسانات یاد کرو جو میں نے تم پر کیے۔ خاص طور پر جو میں نے تمھیں دنیا والوں پر فضیلت دی تھی۔ اور اس دن سے ڈرو جب کوئی جان کسی اور کے کام نہ آئے گی، نہ کسی کی سفارش مانی جائے گی، نہ کسی سے مال لے کر اسے چھوڑا جائے گا اور نہ کہیں سے کوئی مدد پہنچ سکے گی۔

ترغیب و ترہیب کے اسلوب کی وضاحت میں امام رازی تحریر کرتے ہیں۔

> **"یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم تنبیها علی شدة غفلتهم، ثم أردف هذا التذکیر بالترغیب البالغ بقوله: و أني فضلتکم علی العالمین (البقرة:۴۷) مقرونا بالترهیب البالغ بقوله: و اتقوا یوما لا تجزي نفس عن نفس شیئا(البقرة:۴۸) إلی آخر الآیة."** [43]
>
> ترجمہ:اے بنی اسرائیل! میرے احسانات یاد کرو جو میں نے تم پر کیے۔ یہ تنبیہ ہے بنی اسرائیل کی انتہائی غفلت پر۔ اس کے بعد ترغیب کے انداز میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: و انی فضلتکم علی العالمین (البقرۃ:۴۷) (میں نے تمھیں دنیا والوں پر فضیلت دی تھی) اور پھر ترہیب کوبھی ساتھ ملا کر فرمایا: اور ڈرو اس دن سے جب کوئی جان کسی اور کے کام نہ آئے گی۔

۱۰)اسلوبِ حوار

قرآن کے قصص و واقعات میں جو اسالیبِ بیان پائے جاتے ہیں، ان میں ایک اہم اسلوب حوار بھی ہے جو دراصل دو افراد یا دو گروہوں کے درمیان ہونے والی باہمی بات چیت اور گفتگو کا انداز ہے۔ ظاہر ہے قصص میں مکالمات کا وجود بکثرت موجود ہوتا ہے جو کسی قصے کو دلچسپ بناتا اور اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے بعض اہل علم نے حوار کی درج ذیل تعریف کی ہے۔

"أسلوب الحوار: وهو أن يتناول الحديث طرفان أو أكثر عن طريق السؤال و الجواب والمداخلة الواعية مع أشتراط وحدة الموضوع." [44]

ترجمہ: اسلوبِ حوار دو یا زیادہ اطراف کی اس بات چیت کو کہتے ہیں جس میں سوال و جواب کا انداز اپنایا جائے اور موضوع کی وحدت کی وجہ سے ایک دوسرے کی بات پوری توجہ سے سنی جارہی ہو۔

قصہ نوح میں اسلوب حوار:

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دینِ حق کی طرف بلایا، لیکن انھوں نے آپ کو جھٹلا دیا۔ قصصِ قرآنیہ میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا مکالمہ کئی مقامات پر آیا ہے۔ مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قالوا أنومن لک و اتبعک الأرذلونo قال وما علمي بما كانوا يعملونo إن حسابهم إلا على ربي لو تشعرونo وما أنا بطارد المومنينo إن أنا إلا نذير مبينo [45]

ترجمہ: قوم نے کہا: کیا ہم تمھیں مان لیں جبکہ تمھاری پیروی ذلیل لوگوں نے کی ہے۔ نوح نے کہا: مجھے کیا خبر جو وہ پہلے کرتے رہے۔ ان کا حساب تو میرے رب کے ذمے ہے۔ اگر تم سمجھو میں مومنوں کو دور کرنے والا نہیں ہوں، میں صاف خبر دار کرنے والا ہوں۔

سورۃ الاعراف (آیات ۵۹ تا ۶۳) سورۃ ھود (آیت ۲۹ تا ۳۵)، سورۃ یونس (آیات ۷۱-۷۲)، سورۃ المؤمنون (آیات ۲۳ تا ۲۵) اور سورۃ نوح میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں۔

سرگزشتِ صالح میں اسلوبِ حوار:

حوار کے اسلوب کی مثال حضرت صالح علیہ السلام کے قصے میں بھی موجود ہے جہاں حضرت صالح علیہ السلام کے ماننے والوں سے کفار کی گفتگو سورۃ الاعراف (آیات ۷۵ تا ۷۶) میں نقل ہوئی ہے۔ کفار نے چاہا کہ حضرت صالح علیہ السلام کے پیروکاروں کو بھی راہِ حق سے برگشتہ کر دیں لیکن اہلِ ایمان ثابت قدم رہے تھے۔ اس کے مزید نظائر سورۃ ھود (آیات ۶۱ تا ۶۵)، سورۃ الشعراء (آیات ۱۴۱ تا ۱۵۷)، سورۃ النمل (آیات ۴۵ تا ۴۹) اور سورۃ القمر (آیات ۲۴ تا ۲۹) میں بھی ہیں۔

سرگزشتِ ابراہیم میں اسلوبِ حوار:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد اور قوم کو وحدتِ الٰہی کی دعوت دی تھی لیکن باپ نے آپ کو جھٹلا دیا تھا۔ پھر اس کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مکالمہ اسلوبِ حوار کی ایک عمدہ مثال ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد سے مکالمہ قرآن میں سورۃ الانعام (آیت ۷۴)، سورۃ الانبیاء (آیت ۵۲)، سورۃ الشعراء (آیت ۷۰) اور سورۃ الصافات (آیات ۸۵) میں لایا گیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] شاہ ولی اللہ، دہلوی، احمد بن عبدالرحیم، **الفوز الکبیر فی اصول التفسیر**،(القاہرۃ،دارالصحوۃ،۱۴۰۷ھ)ص:۱۶۶-۱۶۷۔
Shāh Walīullāh, Dehlawī,Aḥmad Ibn ʿAbd-ur-Raḥīm, **Ālfwz Ālkbyr fī Uṣūl tafsīr**,(Cairo: Dār al- Sahwat,1407H), p.167-168

[2] سیوطی، جلال الدین، **الاتقان فی علوم القرآن**،(المصر:الهيئة المصرية العامة للكتاب، ۱۳۹۴ھ)ج:۳، ص:۲۳۴۔
Suyūṭī, Jalāl al-Dīn, **Itqān fī ʿulūm al-Qurʾān**, (Egypt: Al-Hiyyāt ul Misriyya Al- al-ʿāmẗ ll Kitāb, 1394H), vol.3, p.234

[3] القرآن 11: 72
Al-Qurān 11:72

[4] القرآن 26: 106
Al-Qurān 26:106

[5] القرآن 20: 9
Al-Qurān 20:9

[6] قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، **الجامع لاحکام القرآن** (القاہرۃ،:، دارالکتب المصریۃ،۱۳۸۴ھ)ج:۱۱، ص:۱۷۱۔
Al-Qurṭubī, Abū ʿAbdallāh Muḥammad bin Aḥmad, **Al-Jāmiʿ li-aḥkām al-Qurʾān**, (Cairo: DārAl-kutub Misriya, 1384H), vol.11, p.171

[7] علی بن عیسی بن علی بن عبداللہ، **النکت فی اعجاز القرآن**،(مصر،دارالمعارف،۱۹۷۶ء)، ص:۷۶۔
Ali bin Esa bin Ali bin Abdallāh, **Al-Nukaṫ fī ‘ulūm al-Qur’ān**, (Egypt: Dār al Maaref, 1976), p.76

[8] القرآن 51:27
Al-Qurān 51:27

[9] عبدالکریم یونس الخطیب، **التفسیر القرآنی للقرآن**،(القاہرۃ، دارالفکر العربی، س-ن-) ج:۱۳، ص:۵۱۶۔
Aʿbdāl karim Yūns al-Kẖaṭib, **Tafsīr al- Qur’āni lil Qur’ān, (Cairo:** Dār al Fikr Al-Arbi), vol.13, p.516

[10] القرآن 26: 63
Al-Qurān 26:63

[11] ابن عاشور، محمد طاهر، **التحرير والتنوير**،(بيروت،مؤسسة التاريخ،۱۹۸۴ء)، ج:۷، ص:۳۱۸۔
Ibn 'Āshūr, Muḥammad al-Ṭāhir, **Tafsīr al-Taḥrīr wa-al-tanwīr**, (Bayrūt Mu'assasat al-Tārīkh,1984) vol.7, p.318

[12] ابراهيم بن اسماعيل الأبياري، **الموسوعة القرآنية**،(مؤسسة سجل العرب، ۱۴۰۵ھ)، ج:۲، ص:**۲۲۵**۔
Ibrāhīm ibn Ismāīl Al-Abyārī, **Al-mūsūā'ẗ al- Qur'āniy**ẗ, (Mu'assasat Sijl Al-Arab, 1405H), vol.2, p.225

[13] القرآن11:58

Al-Qurān 11:58

[14] محيي الدين بن احمد درويش، **اعراب القرآن و بيانه**،(سورية،دار الارشاد للشؤن الجامعية،۱۴۱۵ھ)ج:۷، ص:**۳۳۱**۔
Mohiuddin Bin Ahmad Darvesh, **I'rāb al-Qur'ān Wa Biyānaho**,(Syria, Dār al Irshād LillšūnA l-ğāmiyyah, 1415H), vol.7, p.331

[15] عبدالعظيم ابراهيم محمد المطعني، **خصائص التعبير القرآني و سماته البلاغية**، (مكتبة وهبة، ۱۴۱۳ھ)ج:۱، ص:**۲۷۰**۔
Abdulazīm, Ibrāhīm Muhammad Al-Mṭ'nī, **Khaṣā'iṣ AlTābīr Al-Qur'āni wa simatuho Al-Blāgiyah**, (Maktabah Wāhbatn, 1413H) vol.1, p.270

16 نور الدين محمد عتر الحلبي، علوم القرآن الكريم،(دمشق،مطبعة الصباح،۱۴۱۴ھ) ص:۴۰۔
Nūr al-Dyn Muhammad Al-ḥlbī, **Ulūm al-Qur'ān al-krym**, (Damascus, Mṭb'ẗ Al ṣbāḥ, 1414H), p.40.

[17] القرآن7: 73

Al-Qurān 7:73

[18] القرآن6: 74

Al-Qurān 6:74

[19] الشاشی، احمد بن محمد، **اصول الشاشی**،(بیروت، دارالکتاب العربی، س-ن)ص:**۱۱۶**۔
Shāshī, Aḥmad ibn Muḥammad, **Uṣūl al-Shāshī**,(Bayrūt: Dārāl Ktāb āl'rby),p.116

[20] حوالہ بالا

Ibid

[21] القرآن2:35

Al-Qurān 2:35

[22] قاسمی، محمد جمال الدین، **محاسن التاویل**،(بیروت: دارالکتب العلمیه،۱۴۱۸ھ)ج:۱، ص:۲۹۲۔
Qāsimī, Muhammad Jamāl al-Dīn, Al-Mahāsin al- ta'vīl,(Bayrūt: Dārāl Ktāb āl Ā'**lmyh,1418 H), vol.1, p.292**

[23] قرطبی، ابوعبدالله محمدبن احمد، **الجامع لاحکام القرآن**، ج:۹، ص:۶۰۔
Al-Qurṭubī, Abūʿ Abdallāh Muḥammad bin Aḥmad, **Al-Jāmiʿ li-aḥkām al-Qurʾān**, vol.9, p.60

[24] القرآن11: 85

Al-Qurān 11:85

[25] زرکشی، ابوعبدالله بدر الدین، **البرهان فی علوم القرآن**،(داراحیاء الکتب العربیة عیسی،۱۳۷۶ھ)ج:۲، ص: ۳۸۴۔
Zarkashī, Ābu Abdullah bdr āldyn, **Burhān fi 'ulūm al-Qur'ān**, Dār Āḥyāʾ ālktb ālʿrbyẗ ʿsy, 1376H) vol.2, p.384

[26] ابوزهرة، محمد بن احمد، **زهرة التفاسیر**،(القاهرة،دارالفکر عربی، س-ن-) ج:۱، ص: ۲۰۳۔
Ābwzhrẗ, Muhammad bin Ahmad, Zahraẗ āl Tfāsyr, (Cairo: Dār al Fikr Al-Arbi), vol.1, p.203

[27] القرآن7: 115

Al-Qurān 7:115

[28] بیضاوی، عبدالله بن عمر، **انوار التنزیل و اسرار التاویل**،(بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۱۸ھ) ج:۳، ص: ۲۸۔
Bayḍāwī, 'Abdullāh ibn 'Umar, Anwār al-tanzīl wa-asrār al-ta'wīl, (Bayrūt : Dār Iḥyā' al-Turā th al-'Arabī,1418H), vol.3, p.28

[29] مساعد بن سلیمان بن ناصر الطیار، د، **فصول فی اصول التفسیر**،(دار ابن الجوزی، ۱۴۲۳ھ) ص: ۱۴۳۔
Msāʿd bin Slymān bn Nāṣr Ālṭyār,Dr, **Fuṣūl fī Uṣūl Tafsīr,**(Dār ibn ālǧwzy, 1423H) p.143

[30] القرآن50:23

Al-Qurān 50:23

[31] زرکشی، ابو عبدالله بدر الدین، **البرهان فی علوم القرآن**، ج:۳، ص:۹۱۔
Zarkashī, Ābu Abdullah bdr āldyn, **Burhān fi 'ulūm al-Qur'ān**, vol.3, p.91

[32] القرآن76:38

Al-Qurān 38:76

[33] القرآن7:82

Al-Qurān 7:82

[34] القرآن20: 24

Al-Qurān 20:24

[35] زرکشی، ابوعبدالله بدرالدین، **البرهان فی علوم القرآن**، ج:۳، ص: ۳۰۲۔

Zarkashī, Ābu Abdullah bdr āldyn, **Burhān fi 'ulūm al-Qur'ān**, vol.3, p.302

[36] القرآن2:35
Al-Qurān 2:35

[37] القرآن26: 15
Al-Qurān 26:15

[38] زرکشی، ابوعبدالله بدر الدین، **البرهان فی علوم القرآن**، ج:۳، ص: ۳۰۲۔
Zarkashī, Ābu Abdullah bdr āldyn, **Burhān fi 'ulūm al-Qur'ān**, vol.3, p.302

[39] شوکانی، محمد بن علی، **فتح القدیر**،(بیروت، دارابن کثیر، ۱۴۱۴ھ) ج:۲، ص: ۱۳۴۔
Shawkani, Muhammad ibn Ali, **Fath al-qadir**, (Bayrūt : Dar ābn kṯyr, 1414H), vol.2, p.134

[40] القرآن23:23
Al-Qurān 23:23

[41] القرآن15:57تا60
Al-Qurān 15:57-60

[42] القرآن2:48-47
Al-Qurān 2:47-48

[43] رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، (بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۰ھ) ج:۳، ص:۴۷۳۔
Rāzy, Fẖr āldyn,**Mafātīḥ al-ghayb,** (Bayrūt : Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī,1420H),vol.3, p.473

[44] محمد حسن محمد سبتان، د، تقویم اسالیب تعلیم القرآن الکریم و علومه فی وسائل الإعلام،(المدینة المنورة, مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف) ج: ۱، ص: ۲۱۔
Muhammad Hassan Muhaamd sbtān, d, Tqwym āsālyb tʿlym ālQurān ālkrym w ʿulūmoh fī wsāyl ālĀʿlām, (Madinah: ğmʿ ālmlk fhd lṭbāʿẗ ālmṣḥf ālšryf), vol.1, p.21

[45] القرآن26:111تا115
Al-Qurān 26:111-115